Majallah Tahqiq
Research Journal of
the Faculty of Oriental Learning
Vol: 34, Sr.No.90, 2013 pp 35 - 44

مجلۂ تحقیق
مجلۂ کلیۂ علوم شرقیہ
جلد ۳۴، جنوری ۔ مارچ ۲۰۱۳ء، شمارہ ۹۰

عہدِ ہجویری میں زوالِ علم و عرفان
اور اس پر سیّد ہجویریؒ کی تنقید

ڈاکٹر شعیب احمد☆
ڈاکٹر احسان احمد☆☆

Abstract:

Sayyed Ali Hujveri commonly known as Data Ganj Bakhsh is one of the most important saints who traveled from modern day Afghanistan to Lahore in 5th century A.H. He actually lit the torch of Islam in the darkness of sub continent. He is author of Kashful Mahjub, the very first book written in Persian on Islamic mysticism any where in the world. This book is still considered the best writing on such topic. In this article the very first chapter of the book which discusses Ilm (Knowledge) has been analyzed.

Key Words: Sayyed Ali Hujveri, Kashful Mahjub, Chapter on Ilm (Knowledge)

تاریخِ تصوف کے ابتدائی دور میں کئی ایسے بابصیرت مصلحین ہوگزرے ہیں جنھیں بہت بروقت اور شدّت سے یہ احساس ہوگیا تھا کہ بدقسمتی سے اِس حلقۂ علم و عرفان میں نَظَری اور عَمَلی سطحوں پر انحطاط پذیری کا آغاز ہوگیا ہے۔ بہت سے دنیا پرست لوگ اپنے حقیر مفادات کے حصول کے لیے صوفیانِ باصفا کی صفوں میں شامل ہوگئے ہیں اور ان کے ناقابلِ قبول اندازِ فکر اور ناپسندیدہ طرزِ عمل نے تصوّف کے اُصول و فُرُوع میں نقب لگادی ہے اور اس کے بعض معمولات کو، ان کی

☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ فارسی، اورینٹل کالج، پنجاب یونیورسٹی، لاہور
☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ فارسی، سرگودھا یونیورسٹی، سرگودھا

روح سے کاٹ کر، محض رسمیات کے غیر مطلوب دائرے میں مقیّد کر دیا ہے۔ اس صورتِ حال کے دو فوری نتائج مرتّب ہوئے جو بجا طور پر اخلاص و دردر کھنے والے صاحبانِ دل ونظر کے لیے تشویش و اضطراب کا باعث ہوئے۔ ایک تو یہ کہ سچّے صوفیہ کی اصل تعلیمات اور ان کے اُسلوبِ زندگی کے بنیادی خدّ وخال دھندلانے لگے، صحیح اور غلط افکار ونظریات آپس میں گڈمڈ ہوتے گئے اور عوام وخواص کے لیے ان میں امتیاز مشکل تر ہوتا گیا۔ دوسرا نتیجہ یہ نکلا کہ دین دار اور سنجیدہ لوگ اُن نام نہاد صوفیوں کی غیر مستند باتیں اور غیر محتاط طور طریقے دیکھ کر یہ سمجھنے لگے کہ شاید مکتبِ تصوّف بنیادی طور پر یہی کچھ ہے اور اکابر صوفیہ کا فکر وعمل بھی ایسا ہی تھا۔ یوں وہ تصوّف اور صوفیۂ کرام سے بدظن ہونے لگے۔

یہ افسوس ناک صورتِ حال اہلِ تصوّف کے لیے خطرِ عظیم تھی۔ چنانچہ دین وعرفان کا درد محسوس کرنے والے صوفی حضرات نے اصلاحِ احوال کے لیے وسیع پیمانے پر تحریری وتقریری جدّ وجہد کا مصلحانہ سلسلہ شروع کیا۔ بلکہ تصوّف کے موضوع پر مبسوط کتب کی تالیف کا آغاز ہی اسی تحریک پر ہوا۔ ابونصر سرّاج طُوسی (م.۳۷۸ھ) کی کتاب **اللمع فی التصوّف**، ابوبکر کلاباذی (م.۳۸۰ھ) کی **التعرف**، امام قشیری (م.۴۶۵ھ) کا **رسالۂ قشیریہ** اور حضرتِ سیّد علی بن عثمان ہجویری (م.۴۶۵ھ) کی **کشف المحجوب** اس سلسلے میں سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہیں۔ حضرت سیّد عبدالقادر جیلانی (م.۱۱۶۶ء) جیسے اَجلّ علماء ومشائخ کی تصانیف اور مَواعظ اور فارسی کے عظیم صوفی شاعروں حکیم سنائی غزنوی (م.۱۱۳۰ء) اور شیخ فرید الدّین عطّار نیشاپوری (م.۱۲۲۰ء) کی رجحان ساز تخلیقات بھی اسی تحریکِ اصلاح وتجدید ہی کے ذیل میں آتی ہیں۔

سیّدِ ہجویرؒ اس طبقۂ مصلحین کے بانیوں میں سے ہیں۔ آپ کی شہرۂ آفاق کتاب **کشف المحجوب** تصوّف کے بنیادی نظریّات اور آداب ورسوم کا مستند دائرۂ معارف ہونے کے ساتھ ساتھ، آپ کے مجتہدانہ اندازِ فکر اور مصلحانہ اسلوبِ تجزیہ وتنقید کی بہترین دستاویز بھی ہے۔ سیّد ہجویرؒ نے **کشف المحجوب** میں کئی مقامات پر اپنے کچھ مشاہدات بیان فرمائے ہیں اور اپنے عہد میں علم وعرفان میں رونما ہونے والے انحطاط اور اخلاقی قدروں میں روز افزوں زوال کے بارے میں کچھ عمومی تبصرے بھی سپردِ قلم کیے ہیں۔ ان ارشادات سے بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ آپ عصری احوال واوضاع کا کامل ادراک رکھتے تھے، معاشرے کے مختلف طبقات میں در آنے والی تہ در تہ خرابیوں اور ان کے

گوناگوں اسباب و علل سے کماحقہٗ آگاہ تھے، ان کے نتیجے میں پیدا ہونے والی فکری و عملی پراگندگی پر اخلاص اور دل سوزی سے رنجیدہ خاطر تھے، ہمہ جہت اصلاحی تدابیر پر غور و فکر فرماتے تھے اور تہِ دل سے یہ خواہش رکھتے تھے کہ اصلاحِ احوال کی دیرپا صورت نکلے۔ آپ نے نام نہاد علماء، صوفیہ اور مبلّغینِ اخلاق کی بے عملی، ریاکاری، دنیاپرستی، جاہ طلبی اور ہٹ دھرمی پر شدید تنقید کی ہے۔ سیّدِ ہجویر کی یہ تنقید خُصومت پر مبنی نہیں، سراسر اصلاحی اور تعمیری ہے، اس کا لب و لہجہ بھی معاندانہ نہیں، ہم دردانہ اور مشفقانہ ہے۔ آپ نے ان خرابیوں کی نشان دہی بھی کی، ان پر دلی رنج و الم کا اظہار بھی کیا، ان کے مضمرات و نتائج کا ذکر بھی کیا اور سب سے بڑھ کر یہ کہ ان کے سدِّ باب کے لیے قابلِ عمل تجاویز بھی دیں۔ کشف المحجوب میں ایسے مقامات کے مطالعے سے اندازہ ہوتا ہے کہ سیّدِ ہجویر نہ صرف یہ کہ اپنے عہد اور معاشرے سے کٹے ہوئے نہیں تھے بلکہ انھیں گہری قوّتِ مشاہدہ اور تنقیدی و تجزیاتی بصیرت سے بھی بہرہ وافر عطا ہوا تھا جس کا انھوں نے شایانِ شان استعمال بھی کیا۔ علامہ اقبال نے آپ کے انھی اوصاف کے پیشِ نظر آپ کی اجتہادی اور تعمیری خدمات کو اِن الفاظ میں خراجِ عقیدت پیش کیا ہے:

عہدِ فاروق از جمالش تازہ شد　　　حق ز حرفِ او بلند آوازہ شد
پاسبانِ عزّتِ امّ الکتاب　　　از نگاہش خانۂ باطل خراب

اِس مبحث میں سیّدِ ہجویر کے اُن تاریخی ارشادات کو کلیدی اہمیت حاصل ہے جو آپ نے مقدّمۂ کشف المحجوب میں رقم کیے ہیں۔ فرماتے ہیں:

''جان لیجیے کہ آج کل کے زمانے میں علمِ تصوّف کی حقیقت باقی نہیں رہی، خاص طور پر اِس علاقے میں، جہاں سب لوگ نفسانی خواہشات میں مشغول ہیں اور خدا کی رضا کے راستے سے منہ موڑے ہوئے ہیں۔ وقت کے علماء اور زمانے کے دعوے داروں نے اس طریقت کی وہ صورت اپنا رکھی ہے جو اس کی اصل کے خلاف ہے .... ہر خاص و عام نے طریقت کی محض عبارت پر ہی قناعت کر لی ہے اور دل و جان سے اس کے حجاب کیجر یدار بن گئے ہیں، معاملہ تحقیق سے نکل کر تقلید میں آن پڑا ہے، تحقیق نے ان لوگوں سے اپنا چہرہ چھپا لیا ہے۔

عوام تقلید ہی کو کافی سمجھنے لگے ہیں اور کہتے ہیں کہ ''ہم حق کو پہچانتے ہیں'' اور خواص اسی پر خوش ہو گئے ہیں کہ ان کے دل میں حق کی آرزو، نفس میں اس کا احساس اور سینے میں اگلے جہان کی رغبت ہے۔ وہ ناسمجھی سے کہتے ہیں کہ ''یہ دیدارِ الٰہی کا شوق اور محبت کا سوز ہے'' تصوّف کے دعوے دار تمام حقائق سے بے بہرہ رہ گئے، مریدوں نے مجاہدہ چھوڑ دیا اور اپنے ناقص گمان کو مشاہدہ کہنے لگے۔

مَیں نے اس سے پہلے بھی تصوّف کے موضوع پر کئی کتابیں لکھیں جو سب ضائع ہو گئیں۔ تصوّف کے جھوٹے دعوے داروں نے لوگوں کو پھانسنے کے لیے اُن میں سے بعض باتیں جال کی طرح پھیلا لیں اور باقی کو دھو کر ضائع کر دیا...دوسرے گروہ نے انھیں ضائع تو نہ کیا مگر پڑھا بھی نہیں اور ایک اور گروہ نے انھیں پڑھا لیکن ان کے معانی نہ جانے۔ اس گروہ نے ان کی عبارتوں کو کافی جانا تا کہ اُنھیں لکھیں، یاد کریں اور کہیں کہ ''ہم معرفت و تصوّف کا علم بیان کرتے ہیں''۔ یہ لوگ خالص انکار کی حالت میں ہیں...

اس سے پہلے بھی علمِ تصوّف کے جاہلوں نے مشائخ کی کتابوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک کیا۔ جب اللہ کے رازوں کے وہ خزانے ان کے ہاتھ لگے تو انھوں نے ان کا مطلب نہ سمجھا۔ ان لوگوں نے وہ کتابیں ٹوپیاں سینے والے اَن پڑھوں اور بے لحاظ جلد سازوں کے حوالے کر دیں یہاں تک کہ انھوں نے اُن سے ٹوپیوں کے استر اور ابونواس کے دیوان اور جاحظ کی خرافات کی جلدیں بنا ڈالیں'' (ہجویری، ۲۰۰۴ء، ۱۱،۱۲)

سیّد ہجویری نے مندرجہ بالا اقتباس میں کس درجہ دل سوزی سے بعض نام نہاد صوفی گروہوں کے ناقص طرزِ عمل اور اس کے اسباب کا بیان فرمایا۔ اس سے یہ اندازہ بھی ہوتا ہے کہ عوام کی اکثریت نے سیّد ہجویری کی گراں قدر تصانیف اور متقدمینِ تصوّف کے آثار کے ساتھ کیا معاملہ کیا! ان محقّق صوفیہ کی تحقیقی کتابیں تقلیدِ محض کے دائروں میں گھومتے رہنے والوں کے ہاں بھلا کیا قدر و قیمت حاصل کر سکتی تھیں؟

اس کے فوراً بعد سیّدِ ہجویر بڑی حکیمانہ جامعیّت سے اپنے عہد کے طبقۂ علما و عرفا میں راہ پا جانے والی کچھ اخلاقی خرابیوں کا یوں ذکر کرتے ہیں:

''خدائے بزرگ و برتر نے ہمیں ایسے زمانے میں پیدا کیا ہے جس کے لوگوں نے خواہشاتِ نفسانی کو شریعت کا نام دے رکھا ہے۔ یہ لوگ جاہ و منصب اور تکبّر کی طلب کو عزّت و علم سمجھتے ہیں، ریا کاری کو خوفِ الٰہی اور بغض و عداوت کو دل میں چھپا رکھنے کو بُردباری کہتے ہیں۔ دنگا فساد ان کے نزدیک مناظرہ ہے، باہمی جھگڑا اور بے وقوفی ان کے ہاں غیرت ہے۔ یہ لوگ منافقت کو زہد، فضول خواہشوں کو ارادت، طبیعت کیبیہودہ ابال کو معرفت، دل کے خیالات اور نفسانی وسوسوں کو محبتِ الٰہی، لادینی کو فقر، انکارِ حق کو برگزیدگی، بے دینی کو فنا، ترکِ شریعت کو طریقت اور اہلِ زمانہ کے فساد کو روحانی معاملہ قرار دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ صحیح اہلِ معرفت لوگ ان میں بالکل الگ تھلگ ہو کر رہ گئے ہیں اور ان لوگوں کی اکثریت نمایاں ہوگئی ہے'' (ہجویری، ۲۰۰۴ء، ۱۲)

عہدِ ہجویری میں طبقۂ صوفیہ کے عمومی اخلاقی انحطاط کا یہ منظرنامہ ہماری دینی و روحانی تاریخ کی ایک تلخ حقیقت ہے اور اربابِ دانش و بینش کے لیے لمحۂ فکریہ بھی۔ سیّدِ ہجویر کو جس الم ناک صورتِ حال کا سامنا کرنا پڑا اور آپ نے اس ضمن میں جو تکلیف دہ مشاہدے کیے، بدقسمتی سے ان کا آغاز آپ سے ڈیڑھ دو سو برس پہلے سے ہی ہو چکا تھا۔ چنانچہ حضرت ابونصر سرّاج طوسی نے **اللمع** میں اس صورتِ حال کا یوں ذکر کیا ہے:

''یاد رکھو آج کل بہت سے لوگ اس گروہ کے علوم میں دخل انداز ہو گئے ہیں اور ایسے لوگوں کی بھی کثرت ہو گئی ہے جو اپنی صورت اہلِ تصوّف کی سی بنا لیتے ہیں اور (اپنی گفتگو کے دوران) اسی علم کی طرف اشارہ کرتے ہیں (اور ان میں وہ لوگ بھی ہیں) جنھوں نے اہلِ تصوّف اور تصوّف کے مسائل سے متعلّق سوالات کے جوابات بھی دیے ہیں۔ ان میں سے ہر شخص نے ایک آدھ کتاب بھی اپنی طرف منسوب کر رکھی ہے جسے انھوں نے خوب صورت

انداز میں پیش کیا ہے۔ کچھ باتیں گھڑلی ہیں اور کچھ جوابات بھی بنا رکھے ہیں'' (طوسی، ۱۹۸۶ء، ۳۵)۔

سیّد ہجویر کے ایک ممتاز اور محترم ہم عصر حضرت ابوالقاسم قشیری بھی، جنھیں کشف المحجوب میں ''استاد امام'' اور ''زین الاسلام'' جیسے محترم القاب سے یاد کیا گیا ہے (ہجویری، ۲۰۰۴ء، ۲۵۳) اور جن کا رسالۂ قشیریہ کشف المحجوب کے اہم مصادر میں سے ہے، رسالۂ قشیریہ کے مقدمے میں، کتاب کا سببِ تألیف بیان کرتے ہوئے بالکل ایسے ہی افسوس ناک امور کی مفصّل نشان دہی کرتے ہیں:

''صوفیہ کی جماعت کے محققین تو بیشتر ختم ہو چکے ہیں اور اب صرف اُن کا نشان ہی باقی رہ گیا ہے ....طریقت میں خلا پیدا ہو گیا ہے، نہیں بلکہ درحقیقت طریقت مٹ چکی ہے۔ جن شیوخ سے لوگ ہدایت پاتے تھے، گذر چکے ہیں اور اب وہ نوجوان بھی کم پائے جاتے ہیں جو اُن شیوخ کے اخلاق و سیرت کی پیروی کرتے تھے۔ پرہیزگاری جاتی رہی اور اس کی چادر لپیٹ لی گئی اور لالچ بڑھ گیا اور اس کی طنابیں مضبوط ہو گئیں۔ لوگوں کے دلوں سے شریعت کا احترام اٹھ گیا چنانچہ انھوں نے دین سے لاپروائی برتنے کو نہایت مضبوط ذریعہ بنالیا۔ حلال وحرام میں تمیز کرنا چھوڑ دیا اور شریعت کی بے حرمتی کرنے اور بے حیائی کو اپنا شعار بنالیا۔ لوگ عبادات کے ادا کرنے کو حقارت سے دیکھتے ہیں۔ صوم وصلواۃ کی نعوذ باللہ اہانت کرتے ہیں۔ غفلت کے میدان میں گھوڑے دوڑاتے ہیں اور اپنی خواہشات کی تابع داری میں لگے ہوئے ہیں۔ منع کیے ہوئے امور کے کرنے میں ان لوگوں کو کوئی ہچکچاہٹ نہیں ہوتی۔ بازاری لوگوں، عورتوں اور شاہی ملازمین سے مال لے کر استعمال میں لاتے ہیں'' (قشیری، ۱۹۸۴ء، ۱۰۶)۔

سیّدِ ہجویر کشف المحجوب کے باب التصوف میں واشگاف الفاظ میں فرماتے ہیں:

''موجودہ زمانے میں خدائے بزرگ و برتر نے اکثر لوگوں کو تصوّف اور اہل تصوّف سے

ناآشنا رکھا ہوا ہے اور اس مسلک کے لطیف معاملات ان کے دلوں سے چھپائے ہوئے ہیں'' (ہجویری، ۲۰۰۴ء، ۴۴)۔

پھر بعض نام نہاد صوفیوں کی کج روی کا ذکر کرتے ہیں جو عوام کو تصوّف سے بدظن کرنے کا باعث بنتی ہے:

''جب عوام نے اہلِ زمانہ کو دیکھا اور رسمی صوفیوں پر نظر ڈالی اور آگاہ ہوئے کہ وہ ناچتے گاتے ہیں، بادشاہوں کے درباروں میں جاتے ہیں اور لقمے اور خرقے کے لیے آپس میں لڑتے جھگڑتے ہیں تو عوام مکمل طور پر بدظن ہوگئے اور کہنے لگے کہ یہ مسلک تو یہی کچھ ہے اور گذشتہ صوفیہ بھی یہی کچھ کرتے تھے'' (ہجویری، ۲۰۰۴ء، ۵۸، ۵۹)۔

اس مقام پر سیّدِ ہجویر فرماتے ہیں کہ یہ آلام اور آزمائشوں کا زمانہ ہے اور معاشرے کے تمام طبقات ایسے ہی انحطاط کا شکار ہیں۔ صاحبانِ اقتدار حرص و ہوس کی وجہ سے ظلم وستم کر رہے ہیں، لالچ نے علما کو فسق و فجور اور ریا کاری نے زاہدوں کو نفاق میں مبتلا کر رکھا ہے۔ ایسے میں نفسانی خواہشات نے صوفیوں کو بھی رقص و سرود میں گرفتار کیا ہوا ہے۔ لیکن یہ ذہن میں رہے کہ صوفی اگر درست راستے سے بھٹک بھی جائیں تو اصولِ طریقت میں کوئی خرابی واقع نہیں ہوتی (ہجویری، ۲۰۰۴ء، ۵۹)۔ انصاف کا تقاضا بھی یہی ہے کہ نام نہاد صوفیوں کے طرزِ عمل سے بدظن ہو کر خود تصوّف سے بدگمانی نہ رکھی جائے۔

بعض نام نہاد عالموں اور صوفیوں کی غلط روی اور عمومی بے حسی کا ذکر کرتے ہوئے، سیّد ہجویر یہ اشارات ضبطِ تحریر میں لائے ہیں:

- آج کل نشانۂ ملامت بننے کے لیے یہی کافی ہے کہ دو رکعت نماز ذرا لمبی کر کے پڑھی جائے یا دین پر مکمل عمل کیا جائے۔ سب لوگ ایسے شخص کو منافق اور ریاکار کہنے لگیں گے (ہجویری، ۲۰۰۴ء، ۸۹)۔
- آج کل سب علماء زہد و تقویٰ اور احتیاط سے دور ہیں کیوں کہ وہ نفسانی خواہشوں کے اسیر

ہیں، راہ حق سے بھاگے ہوئے ہیں، انھوں نے امیروں کے گھروں کو اپنا قبلہ اور ظالموں کے ڈیروں کو بیت المعمور بنا رکھا ہے، وہ جابروں کے غالیچوں کو قاب قوسین کے برابر گردانتے ہیں (ہجویری، ۲۰۰۴ء، ۱۴۴)۔

- نفس کے پیروکاروں نے حرص و ہوس کو دین اور خواہشاتِ نفس پر چلنے کو اتّباعِ شریعت کا نام دے رکھا ہے۔ جو شخص ان کے مطلب کا ہو، وہ خواہ بدعتی ہی کیوں نہ ہو، ان کے نزدیک دین دار ہوتا ہے اور جو آدمی ان کی مرضی کا نہ ہو، وہ خواہ متّقی ہی کیوں نہ ہو، ان کے نزدیک بے دین ہوتا ہے (ہجویری، ۲۰۰۴ء، ۲۰۸)۔
- دنیا پرست صوفیوں کا ایک عذرِ لنگ یوں بیان فرماتے ہیں: ہمارے زمانے میں ایک گروہ ریاضت کا بوجھ اٹھانے کی طاقت نہیں رکھتا۔ یہ لوگ ریاضت کے بغیر ہی عزّت و عظمت حاصل کرنا چاہتے ہیں اور سب اہلِ طریقت کو اپنے جیسا سمجھتے ہیں۔ یہ لوگ جب پرانے بزرگوں کی باتیں سنتے ہیں، ان کی عظمت دیکھتے ہیں اور ان کے احوال پڑھتے ہیں اور اپنے آپ کو دیکھتے ہیں تو خود کو اُن سے کوسوں دور پاتے ہیں لیکن انھیں یہ کہنے کا حوصلہ نہیں ہوتا کہ ہم ویسے نہیں ہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں ایسے لوگ نہیں رہے (ہجویری، ۲۰۰۴ء، ۲۴۵)۔
- سیّد ہجویر کے زمانے میں خود غزنی میں بھی کچھ نام نہاد صوفی جمع ہو گئے تھے اور انھوں نے تصوّف کی شکل مسخ کر رکھی تھی۔ آپ نے دعا فرمائی ہے کہ اللہ کرے غزنی ان لوگوں سے پاک ہو جائے اور سچے صوفیوں کی قدم گاہ بن جائے (ہجویری، ۲۰۰۴ء، ۲۶۵)۔
- آپ ایک مقام پر بڑے کرب سے ذکر فرماتے ہیں کہ آج کل کے رسمی صوفیوں کی صحبت سے کچھ ہاتھ نہیں آ سکتا۔ یہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر گناہ اور ریا میں ان کا ساتھ نہ دیا جائے تو دشمن بن جاتے ہیں (ہجویری، ۲۰۰۴ء، ۲۷۷)۔
- ایک جگہ آپ نے اپنے کچھ ایسے ہم عصر رسمی صوفیوں کا ذکر کیا ہے جو الہام کے حوالے سے

مبالغے سے کام لیتے ہیں اور خود کو نیک لوگوں سے منسوب کرتے ہیں۔آپ ایسے سب لوگوں کو گم راہ قرار دیتے ہیں (ہجویری،۲۰۰۴ء،۳۹۷)۔

- فرماتے ہیں کہ آج کل صوفیہ کے حلقوں میں ایک فتنہ رونما ہوا ہے اور وہ یہ ہے کہ ملحدوں کے ایک گروہ نے صوفیہ کی مقبولیت اور قدر و منزلت دیکھ کر ان کا بھیس بدل لیا ہے اور ان کا کہنا ہے کہ معرفت حاصل ہو جائے تو طاعت اور پابندیِ شریعت کی ضرورت نہیں رہتی (ہجویری،۲۰۰۴ء،۴۲۲)۔آپ نے ان کے باطل فکر و عمل کا زوردار ردّ کیا ہے۔امام قشیری نے بھی اس صورتِ حال پر بحث کی ہے (قشیری،۱۹۸۴ء،۱۰۶)۔
- سیّد ہجویر بعض ایسے نام نہاد صوفیوں سے ملے تھے جن کے نزدیک رقص ہی روحِ تصوّف تھا (ہجویری،۲۰۰۴ء،۶۰۵)۔آپ نے ان کے خیالِ باطل اور سطحی رویّے کی تردید کی ہے۔
- نوخیزوں کو حصولِ لذّت کے لیے دیکھنا اور ان سے باتیں کرنا مذموم ہے۔سیّد ہجویر فرماتے ہیں کہ اسے جائز قرار دینے والا کافر ہے۔یہ طرزِ عمل باطل اور جہالت ہے اور حلولی اندازِ فکر ہے۔فرماتے ہیں کہ مَیں نے کچھ لوگوں کو دیکھا جو اس روش کو بزرگانِ دین سے منسوب کرتے تھے گویا ان پر تہمت لگاتے تھے۔ان لوگوں نے اسے اپنا مسلک بنا رکھا تھا۔آپ فرماتے ہیں کہ تمام مشائخ نے اس عمل کو آفت و فتنہ قرار دیا ہے (ہجویری،۲۰۰۴ء،۶۰۶)۔ رسالۂ قشیریہ میں بھی اس موضوع پر عمدہ بحث کی گئی ہے (قشیری،۱۹۸۴ء،۷۰۱)۔
- سماع کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ مجھے زیادہ پسند یہ ہے کہ مبتدی صوفیوں کو سماع کی اجازت نہ دی جائے تاکہ ان کی طبیعت پراگندہ نہ ہو۔اس لیے کہ سماع میں بڑے خطرے ہیں۔سب سے بڑی آفت یہ ہے کہ عورتیں چھتوں یا اونچی جگہوں سے درویشوں کو حالتِ سماع میں دیکھتی ہیں جس کی وجہ سے سامعین کو حجابات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔اور نوخیز لڑکوں کو بھی محفلِ سماع میں شامل نہیں ہونا چاہیے۔خاص طور پر اس صورتِ حال میں جب جاہل صوفیوں نے ان سب حرکتوں کو مسلک بنا رکھا ہے اور تصوّف کی سچّائی بیچ میں سے اٹھا دی گئی

ہے (ہجویری، ۲۰۰۴ء، ۶۱۰)۔ بعد میں حضرت امام غزالی (م ۱۱۱۱ء) نے بھی تقریباً انھی الفاظ میں اس صورتِ حال کی نشان دہی کی اور اسے گناہِ کبیرہ اور نزولِ لعنت کا سبب قرار دیا (پور جوادی، ۱۳۸۲ش، ۱۸)۔

سیّد ہجویر نے بھی اپنے پیش رو اکابرِ عرفان کی طرح ان تمام خرابیوں کے خلاف زبانی، قلمی اور عملی جدوجہد کی اور کشف المحجوب جیسی دستاویزِ طریقت میں صراحت سے یہ سب باتیں لکھ دیں تاکہ قیامت تک لوگ اس سے فائدہ اٹھاتے رہیں۔

ایک اہم بات ہم سب کے سوچنے کی ہے اور وہ یہ ہے کہ ہزار بارہ سو سال پہلے اگر اہلِ تصوّف کو ان دشواریوں کا سامنا تھا تو آج یہ صورتِ حال امکانی طور پر کتنی بگڑ گئی ہوگی اور طالبانِ طریقت کو کس درجہ زیادہ احتیاط کی ضرورت ہوگی!

☆☆☆☆

کتابیات:

پور جوادی، نصر اللہ، ۱۳۸۲ش، دو مجدّد، مرکز نشر دانشگاہی، تہران

طوسی، ابونصر سرّاج، ۱۹۸۶ء، کتاب اللّمع فی التّصوّف، ترجمہ: ڈاکٹر پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

قشیری، امام ابوالقاسم، ۱۹۸۴ء، رسالۂ قشیریہ، ترجمہ، مقدمہ و تعلیقات: ڈاکٹر پیر محمد حسن، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد

ہجویری، علی بن عثمان، ۲۰۰۴ء، کشف المحجوب، مقدمہ، تصحیح و تعلیقات: دکتر محمود عابدی، سروش، تہران